سمیرا حمید

بھید

کہتے ہیں عورت کی ازلی فطرت ہے ناشکری کرنا جو کچھ حاصل ہے اس کی قدر نہ کرنا لیکن حامد تو مرد تھا پھر بھی اسے اپنی بیوی میں کوئی خوبی نظر ہی نہ آئی تھی۔ موقع ملنے کی دیر ہوتی اور وہ شروع ہو جاتا۔

شادی‘ مرگ‘ عید‘ ہر تہوار ہر جگہ ملنے والوں کو وہ بہت طریقے سلیقے سے بتاتا تھا کہ اس کی بیوی کتنی بڑی جاہل ہے‘ جسے نہ کھانے کی تمیز ہے نہ بات کرنے کی‘ نہ شوہر کی پرواہ نہ خیال وہ اس کے ساتھ کتنی مشکل سے گزارا کر رہا ہے۔

”یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے‘ ڈھنگ سے کپڑے تو پہنا کرو۔“ کوئی نہ کوئی رشتہ دار خاتون اسے دیکھ کر ٹوک دیتی۔

ویسے تو وہ کم ہی کسی کے یہاں جاتی تھی‘ گھر کی کوئی نہ کوئی الجھن‘ کسی بچے کی بیماری‘ امتحان‘ اسکول‘ پھر حامد اسے لے کر بھی نہیں جاتا تھا اور اگر وہ چلی ہی جاتی تو سب جیسے انتظار میں ہی بیٹھے ہوتے اس کے‘ حامد تو بنا ٹھنا‘ کبھی اس سے مذاق تو کبھی اس سے تکرار‘ یہاں کیا ہو رہا ہے وہاں کیا ہونے والا ہے وہ تو چھڑے چھانٹوں کی طرح ادھر ادھر لہراتا پھرتا‘ ہنس ہنس کر اس کی خوبیاں بیان کرتا۔

”ٹھیک کہتا ہے حامد‘ فقیرنی لگتی ہے حلیے سے۔۔۔ دو دن ہو گئے یہاں آئے۔ شوہر کا ذرا خیال نہیں۔“

وہ بچوں کو لے کر ہلکان تھی اور حامد دور نزدیک کی اپنے رشتے دار خواتین کے ٹولے کے تبصرے سن رہا تھا۔

”بیٹا! شوہر کا خیال رکھا کرو۔“ ساتھ بیٹھی خالہ ساس کب سے حامد کو دیکھ رہی تھیں۔

”رکھتی ہوں خالہ! سب کچھ ان ہی کی مرضی کا کرتی ہوں۔“

خالہ گڑبڑا گئیں۔ اب اسے کیسے سمجھائیں ”بنی سنوری رہا کرو‘ آس پاس بھی نظر رکھا کرو۔“

”کیا بننا سنورنا خالہ! مہینہ ہو گیا قاسم کا بخار ہی نہیں جا رہا‘ دیکھے کتنا تنگ کر رہا ہے‘ اسنارش ہوتا ہے۔ ڈاکٹر کے پاس صبح جاتی ہوں اسے لے کر شام کو ہی آتی ہوں‘ پھر گھر کے کام‘ یہ کچھ ٹھیک ہوا تو آ گئی عذرا کی شادی میں۔“

”حامد سے کہا کرو‘ لے کر جائے قاسم کو۔“ خالہ ساتھ ساتھ تسبیح بھی پڑھ رہی تھیں۔ اس کی خالہ ساس اور ساس میں بہرحال زمین آسمان کا فرق تھا۔

”کہتے ہیں‘ اسٹور دیکھوں یا اسے‘ ٹھیک ہی تو کہتے ہیں‘ قاسم تو جب سے پیدا ہوا ہے بیمار ہی ہے۔“

”سو جھمیلے ہیں عورت کی جان کو۔“ خالہ افسوس کرنے لگیں۔ ”پھر بھی بیٹا ذرا اپنے شوہر کا خیال رکھا کرو‘ آؤ بھگت کیا کرو‘ گھر تو اس کا بھی ہے‘ بس مرد کو بہانہ ہی چاہیے ہوتا ہے۔“ خالہ کی آنکھیں بھر آئیں‘ دو سال پہلے خالو نے مسقط میں شادی کر لی تھی۔

آسیہ‘ عورتوں کے ٹولے میں بیٹھے حامد کو دیکھنے لگی۔

”بہت ہمدردیاں ہیں خاندان بھر کی حامد کے ساتھ۔

اسلام علیکم!
ہمیں اپنے Blog Kitabdost
http://kitabdostpk.blogspot.be
اور readingpoint
http://readingpointpk.blogspot.be
کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں
maisrasultan@gmail.com
فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

ہر چھوٹی بڑی، بوڑھی جوان ہمدرد ہے اس کی۔"

☼ ☼ ☼

خاندان میں، محلے میں حامد کی دوسری شادی کی خبریں گرم تھیں۔

محلے والیاں آکر اسے نت نئی خبریں سناتیں۔

"میرے میاں سے کہہ رہا تھا حامد کہ اوپر ایک اور منزل بنانے لگا ہے، ہو سکتا ہے اسے اوپر رکھے۔"

"ایسی بات نہیں ہے، کافی عرصے سے پیسے جوڑ رہے ہیں۔"

"لو تم یہی سب سوچتی رہنا اور وہ جو ہر روز اسٹور پر آتی ہے، ساری دنیا جانتی ہے اسے، ایک تم ہی آنکھیں بند کرکے۔۔ بیٹھی رہو، پوچھتی کیوں نہیں اس سے۔"

"کیسے پوچھوں؟" وہ رونے لگی۔ "میری تو ایک نہیں سنتے، لڑنے لگتے ہیں۔"

"تو اپنے ساس، سسر سے کہو نا، پوچھیں اپنے لاڈلے سے۔"

اس نے گہرا سانس لیا۔ ماں تو وہ حامد ہی کی تھی۔ کتنے مہینے ہو گئے تھے اسے یہ سب سنتے کہ حامد دوسری شادی کر رہا ہے، ہر روز نئی بات، ہر روز نیا قصہ، بہنیں اسے ہی الزام دیتیں کہ وہ حامد کو قابو میں نہیں رکھ سکتی۔

نندیں، جٹھانی طعنے دیتیں کہ یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے، نہ وہ شکایت کا موقع دیتی نہ شوہر ادھر ادھر ہوتا۔

"تن من نچھاور کرنا پڑتا ہے شوہر کے لیے۔ کیا مجال شوہر کی جو ادھر ادھر دیکھے۔" بڑی نند طنز کرتی۔

"پتا نہیں، یہ شوہر قابو کیسے کیے جاتے ہیں۔" ساتھ والی حاجرہ کہتی، جو ہفتے میں دو تین بار مرتے مرتے بچتی تھی۔۔۔ "اور ایک وہ میرے والا ہے، ہنس کے بھی بات کرو، تو بھی تھوبڑا سوجا ہی رہتا ہے۔ پتا نہیں وہ کون خوش قسمت عورتیں ہوتی ہیں جو شوہر قابو کر لیتی ہیں۔"

اس کی بہنیں اسے سمجھاتیں کہ وہ پوچھے حامد سے، لیکن وہ کیا پوچھے، اس کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی، وہ کلف لگے کپڑوں کی طرح اکڑا ہی رہتا، ضرورت پڑی تو نرم ورنہ وہی حال۔

☼ ☼ ☼

"وہ شادی کر رہا ہے، تمہارے بھائی بتا رہے تھے۔ اگلے مہینے نکاح کر رہا ہے، زیور بھی بنوا رہا ہے۔" ساتھ والی پڑوسن خبر سنتے ہی اسے بتانے بھاگی آئی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ جسم میں سے جان نکلنے لگی۔

"تم بات کیوں نہیں کرتیں اپنے سسرال والوں سے، اپنی نندوں سے؟ بلاؤ، بٹھاؤ سب کو اور پوچھو ایسا کیوں کر رہا ہے۔"

وہ خاموشی سے سنتی رہی۔

ساس نندیں اپنی جگہ لاپروا، جیسے کہتی ہوں۔ ہمیں کیا، بھگتو خود ہی۔

"تم سے اجازت تو ضرور لے گا۔" کوئی کہتا۔

"تمہاری ساس، نندوں کو پتا ہے سب، بن رہی ہیں۔"

ساس اس سے چڑی رہتی بلاوجہ، حامد کا دل چاہتا تو بول لیتا ورنہ وہی اپنی مرضی۔

وہ یہ باتیں سنتی، روتی، پریشان ہوتی پھر وہی بچوں کے چکر، گھر کے کام۔

"تمہاری کوئی کمیٹی ہے؟" پچھلے کئی دنوں سے حامد اس کے ساتھ بہت پیار سے بات کر رہا تھا۔

"ہاں ہے۔"

"کتنے کی ہے؟"

"پچیس ہزار کی۔"

"کب ملے گی؟"

"اگست میں۔"

"ابھی تو چھ مہینے ہیں۔" وہ سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے ابھی ضرورت تھی۔"

"یہ کمیٹی جوہی کی بالیوں کے لیے ہے۔"

"بنادوں گا اسے بالیاں بھی۔۔۔ تم یہ مجھے دے دو

"آپ نے کیا کرنا ہے؟" اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

"اسٹور پر کچھ کام کروانا ہے۔"

"اسٹور پر کام کروانا ہے یا زیور بنوانا ہے؟"

آدھے گھنٹے سے وہ آئینہ کے سامنے کھڑا خود کو مختلف زاویوں سے دیکھ رہا تھا، ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگا، اس نے پہلی بار اتنی ہمت کی تھی۔

"ہاں، زیور بھی بنوانا ہے۔" اس نے کہا اور بال بنانے لگا۔

"کون ہے وہ؟"

"جب آئے گی تو دیکھ لینا۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

بہت دیر تک وہ سوچتی رہی کہ اب کیا پوچھے، رہ کیا گیا ہے، حامد نے تو بات ہی ختم کر دی تھی۔

"میں اجازت نہیں دوں گی۔" ہمت جمع کر کے وہ یہی کہہ سکی۔

"تم سے اجازت مانگ کون رہا ہے۔"

آسیہ کا دل جلنے لگا۔ "آپ ایسا نہیں کر سکتے۔" وہ رونے لگی۔ "میرا کیا قصور ہے، گھر کا ہر کام کیا، بچوں کو پالا، ساس سسر کی خدمت کی، اور کیا چاہیے آپ کو۔"

"رونے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارے خرچے پورے ہوتے رہیں گے، تم نیچے رہنا، وہ اوپر رہ لے گی، مل جل کر رہ لینا۔"

جس کہانی کا آغاز لوگ اسے بتاتے رہے تھے اس کا انجام حامد اسے بتا رہا تھا مل جل کر۔ یہ بات اسے جلتے انگارے کی طرح لگی۔

یہ اس کا گھر، اس کا شوہر، اس کے بچے، وہ کیسے بانٹ لیتی۔

"حلیہ دیکھا ہے اپنا، فقیرنی لگتی ہو۔" اسے لگا کسی اجنبی نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا ہو۔

"کیا خرابی ہے حلیے میں، صاف ستھرے کپڑے پہنے ہیں، بال بنائے ہیں اسی حلیے میں نماز پڑھتی ہوں۔"

"نمازیں ہی پڑھتی رہنا۔" اس نے طنز کیا۔

"جب بیاہ کر آئی تھی تب میرا حلیہ یہ نہیں تھا صبح سے شام تک کاموں میں لگی رہتی ہوں، جوہی کو اسکول لے کر جاتی ہوں لے کر آتی ہوں قاسم کے لیے سارا سارا دن ٹوکن لیے اسپتال میں اپنی باری کا انتظار کرتی ہوں، کون سا کام ہے جو میں نہیں کرتی، خرچے سے ایک ایک پیسہ بچا کر رکھتی ہوں۔"

"کرتی ہو تو کیا احسان کرتی ہو، میں بھی رات دن کام ہی کرتا ہوں۔"

"آپ کام کرتے ہیں اور شکایت بھی، میں شکایت نہیں کرتی۔"

"تمہیں کیا شکایت ہو گی، سب کچھ تو ہے اس گھر میں، سب کچھ لا کر دیتا ہوں، ہر ضرورت پوری کرتا ہوں۔"

"ہر ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن کبھی دو لفظ محبت سے نہیں بولے۔"

وہ مڑ کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔۔۔ دنگا فساد تو اس نے کیا کرنا تھا پر وہ اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

"ادھر بیٹھو میرے پاس آکر، میں تمہاری حق تلفی نہیں کر رہا، تمہیں سب پتا چل ہی چکا ہے تو ٹھیک ہے مل جل کر خوش رہنا۔"

اس کے دو بچوں کا باپ کتنے مزے سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے وہ اچھی لگی، میں حرام راستے کی طرف جانا نہیں چاہتا، اسی لیے تو اللہ رسول نے اجازت دی ہے۔"

"بیوی کے ہوتے ہوئے کسی اور عورت کی طرف دیکھتے ہیں، اللہ رسول نے اجازت ہی دی ہے نا فرض تو نہیں کر دیا۔" اس کا کلیجہ کٹ رہا تھا۔

"محبت ہے مجھے اس سے اور میں اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔۔۔"

"بیوی سے محبت نہیں جو پانچ سال سے ساتھ ہے تمہارے دو بچوں کی ماں ہے۔" غصے سے اس کی رگیں

تن گئیں۔

"شادی تو مجھے کرنا ہی ہے، تمہیں رونا ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"شادی کے لیے ہی بہانے ڈھونڈ رہے تھے، سو کیڑے نکالے مجھ میں، کیسی کیسی باتیں کیں میرے بارے میں خاندان بھر میں۔"

"کیڑے تھے تو نکالے۔"

"اپنے کیڑے نظر نہیں آتے۔"

"اپنی بکواس بند کرو، آرام سے رہنا ہے تو رہ لو ورنہ اپنے گھر دفع ہو جاؤ، بچے میں پال لوں گا، عزت راس نہیں ہے۔"

یہ بات پہلی سے زیادہ شدت سے لگی اسے۔۔۔

"بچے پال لوگے، بچوں کی ماں لا رہے ہو یا اپنے لیے بیوی۔" غصے سے وہ بھڑک اٹھی۔

پانچ سال جیسے وہ ایک مہاجر کیمپ میں گزارتی رہی تھی چلو جی ہجرت کر وا ب آ گئے۔ ایک کرائے کے گھر میں جو کبھی اپنا نہیں ہوتا۔

"بچے بھی میں پال لوں گی، تمہیں نئی بیوی مل سکتی ہے تو مجھے بھی نیا شوہر مل سکتا ہے۔" اس کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔

چادر اوڑھ کر قاسم کو اٹھا کر وہ گھر سے جانے کے لیے نکلی، آج پھر اسے ٹوکن کے لیے لمبی قطار میں کھڑا ہونا تھا۔

☼ ☼ ☼

محلے والے، خاندان والے، اس کے اپنے گھر والے اسے تسلی دلاسا۔۔۔ دیتے، باری باری سمجھانے بجھانے آنے لگے۔ کوئی اسے بھڑکاتا کہ وہ گھر چھوڑ کر چلی جائے، کوئی کہتا خاموش رہو، گھر چھوڑ کر کہاں جاؤ گی، ماں باپ کے سر پر بوجھ بنو گی، کوئی کہتا چھوڑو، بچے باپ کے پاس خود ہی پالے گا تو پتا چلے گا۔

وہ کیسے چھوڑے بچے۔۔۔ کون اپنے جسم کے ٹکڑے کاٹ کر پھینک سکتا ہے۔

اس کی ہمسائی کہتی۔" اس حرافہ کی خبر لو، کیوں پیچھے پڑی ہے حامد کے۔"

اس کے میکے والے کبھی بھڑک اٹھتے اور کبھی اسے ہی خاموش رہنے کو کہتے، اسے یہ نہیں معلوم تھا اسے کرنا کیا ہے لیکن اسے یہ ضرور معلوم تھا کہ اسے اپنا یہ گھر کسی اور کو نہیں دینا، یہ اس کا گھر ہے۔ بچے اس کے ہیں، شوہر اس کا ہے۔۔۔ وہ کیوں چھوڑے، سب۔

آئے دن کوئی نہ کوئی اسے ملتا، کچھ نیا ہی سنا دیتا خاندان بھر کے پاس ایک ہی موضوع تھا۔ اس کی آس پڑوس والی اس کی ساس کی نظر بچا کر اس کے پاس آجا کرتیں۔۔۔

اس کا نندوئی بھی انہیں تسلی دینے والوں میں سے تھا۔

☼ ☼ ☼

برآمدے میں بیٹھی وہ سبزی بنا رہی تھی۔ ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

"روتی کیوں ہو۔۔۔ ہمت سے کام لو، رونے سے کیا ہوگا۔" نندوئی نے موڑھا قریب کھسکا لیا۔

وہ روتی ہی رہی۔۔۔ "کیسی ہمت؟"

"جب حامد کو تمہاری پروا نہیں ہے تو رو رو کر کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو، اپنا خیال کرو۔۔۔ حلیہ دیکھو اپنا، جب بیاہ کر آئی تھیں، کتنی پیاری من موہنی سی تھیں، اب دیکھو خود کو۔"

وہ پھر بھی روتی ہی رہی۔

"ارے۔۔۔ رے، کتنا روؤ گی؟" موڑھا اور قریب آگیا۔

"مرد ذات ہی ایسی ہے، چھوڑ دیا سو چھوڑ دیا۔ تم کیوں روتی ہو۔" اس نے اس کا کندھا سہلایا۔

آسیہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

جب سے وہ بیاہ کر آئی تھی، اپنے اس نندوئی سے فاصلے پر ہی رہتی تھی، وہ کیا خاندان کی اکثر عورتیں اس سے فاصلے پر ہی رہتی تھیں۔

"اتنی اچھی ہو تم۔" اس نے سرگوشی کی۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں، مجھ سے کردل کی باتیں۔"

کچھ بھی تھا۔ آسیہ کو اس کی ہمدردی بہت اچھی لگی۔ ساس کے آتے ہی اس نے اپنا موڑھا دور کھسکا لیا۔

☼ ☼ ☼

"تمہاری بڑی نند کا میاں ہے وہ، کیوں باتیں کرتی ہو اس کے ساتھ؟" ساس اچھی طرح جانتی تھی اسے۔

"کچھ شرم لحاظ ہے یا نہیں، اسے منع کرو نہ آیا کرے روز یہاں۔"

"آپ منع کردیں۔"

"تم جانتی ہو کہ میں اسے منع نہیں کر سکتی، کمرے میں، کچن میں، ہر جگہ گھستا چلا جاتا ہے، غضب خدا کا، میری آنکھوں کے سامنے تم نے یہ کیا ڈرامہ لگا رکھا ہے۔"

"میں کیوں منع کروں؟ مجھ سے ہمدردی کرنے آتے ہیں وہ۔" ساس کے تیور بدل گئے۔

"اپنا دل بہلانے کے لیے وہی ملا تھا۔"

"آپ کے بیٹے سے تو بہلا نہیں سکی۔ کسی سے بہلانا ہی تھا۔"

"توبہ توبہ، یہ دیکھو کیسے دیدے پھاڑے بے شرمی سے کہہ رہی ہے۔ شرم کر ذلیل!" ساس آپے سے باہر ہو گئی۔

"شرم بھی ہے اور لحاظ بھی اور خدا کا خوف بھی۔"

"بلاتی ہوں میں خدیجہ کو۔ آکر دیکھے یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

☼ ☼ ☼

آگے پیچھے ساری نندیں چلی آئیں۔۔۔ ماں نے لمبی بیٹھک لگائی ان کے ساتھ۔

تینوں ایک ساتھ شروع ہو گئیں۔

"تمہارے دیدوں کی شرم کہاں گئی، میرا میاں ہے وہ، دو بچوں کی ماں ہو تم۔"

وہ ڈھیٹ بنی کھڑی رہی، دنوں میں ہی اس کے خلاف کہانی تیار تھی۔

"دو بچوں کے باپ آپ کے بھائی بھی ہیں۔ ان سے تو کبھی آپ سب نے نہیں کہا کہ وہ بھی شرم کریں۔ شرم ہے میری آنکھوں میں، میں ان سے نہیں کہتی کہ یہاں آئیں۔۔۔ آپ انہیں منع کریں، وہ یہاں نہ آئیں۔"

"میری کہاں سنتا ہے وہ۔" خدیجہ رونے لگی۔

"کیوں نہیں سنتا تمہاری، اس سے کہو، میری بھابھی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے بھائی کو نہیں پسند۔" اماں بھی بول پڑیں۔

"کہا تھا اماں! دوبار آپ کے بتانے پر کہا تھا۔ وہ وہ ذات کی گالی دی مجھے، کہتے ہیں اپنے بھائی جیسا سمجھ رکھا ہے۔" خدیجہ نے آنسو پونچھے۔

"کیوں میرا گھر برباد کرنے پر تلی ہو، پانچ سال تو فقیرنیوں کی طرح گزار دیے اب یہ کون سی روح آگئی ہے تم میں۔"

"میں کیوں آپ کا گھر برباد کرنے لگی، میں انہیں یہاں نہیں بلاتی۔"

"عورت گھاس نہ ڈالے تو مرد کی کیا مجال کہ دوبارہ پاس آئے۔"

"عورت مرد کو قابو میں رکھنا چاہتی ہو تو مرد کی کیا مجال کہ کسی دوسری کے پاس جائے۔" اس نے ان ہی کی بات منہ پردے ماری۔

کان پک گئے تھے اس کے یہ طنز سن کر۔۔۔ قابو، قابو جو اپنے نفس کے قابو میں نہیں وہ کسی کے قابو میں کیا آئے گا۔

"اماں! اس کے تیور دیکھے۔۔۔ حامد کو بتائیں، زبان تو اس کی پہلے بھی چلتی تھی۔ اب تو اور بکواس کرنے لگی ہے۔"

"چوڑی لگتی ہو چلے سے اور حرکتیں دیکھو جیسے مہارانی ہو، میاں کو قابو نہ کر سکیں تو ادھر ادھر منہ مارنے لگیں۔"

"میں نہیں کر سکی تو آپ کرلیں، میرے پاس کیوں آئی ہیں۔" آسیہ سرد لہجے میں بولی۔

"پچھلے کئی سالوں سے آپ اپنے بیٹے کے قصے سن رہی ہیں اُسے تو آپ نے کبھی کچھ نہیں کہا' نہ بچوں کی شرم نہ بیوی کالحاظ۔"

"وہ مرد ہے۔ تمہارا کام ہے اُسے سنبھالنا۔" چھوٹی نند بھی بولی "تمہیں کچھ شرم حیا ہے یا نہیں؟"

"اب ہی تو شرم آئی ہے مجھے' پانچ سال ایک مرد کے لیے اس کے گھر کے لیے بچوں کے لیے جان مارتے ہوئے گزارے۔۔۔ تب بھی شوہر کہتا ہے گھر سے نکال دے گا' تو بہت شرم آئی مجھے۔۔۔ اس گھر کا کوئی فرد میرا نہیں' ایک اینٹ بھی میری نہیں۔ میرے بچے میرے نہیں' ان بچوں کا باپ میرا نہیں' ہر نقص مجھ میں ہے۔"

"دیکھو ذرا زبان' ایسے ہی حامد متنفر نہیں تم سے' بہت اچھا کر رہا ہے شادی کر رہا ہے تو' جان عذاب کر رکھی ہے اس کی۔" چھوٹی نند پھر بولی۔

"آپ کا میاں بھی کر سکتا ہے دوسری۔"

"بیوی تم جیسی ہو۔۔۔ بدکردار تو اسے کرنا ہی چاہیے۔"

غصے اور نفرت سے اس کا خون کھولنے لگا۔

"گھر کی صفائی کرتی ہوں' برتن کپڑے دھوتی ہوں' بچوں کے ہزار کام کرتی ہوں' رات دن اس گھر میں گزارتی ہوں' میں بدکردار ہوں اور جو کئی سالوں سے حامد کر رہا ہے۔"

"وہ تو چلو نکاح کر رہا ہے اور تم۔"

"نکاح سے پہلے کیا کر تا رہا ہے' رات رات بھر گھر سے باہر رہنا' بن ٹھن کر نکل جانا نہ بیوی کی پرواہ نہ بچوں کی خبر۔"

"تو اپنے میاں سے کیوں نہیں پوچھتیں' ہم سے کس بات کا بدلہ لے رہی ہو' آنے دو حامد کو۔ ایسا ٹھیک کرے گا کہ دوبارہ یہ زبان نہیں چلے گی۔" اس نے نفرت سے انہیں دیکھا۔

"میرے لیے دو دن میں پنچایت اکٹھی کرلی' بیٹا سالوں سے کیا کر رہا ہے اس پر کسی کی انگلی نہیں اٹھی' میں نے کچھ کیا نہیں اور مجھ پر الزام لگا دیا اور جس کی گواہی ساری دنیا دے رہی ہے وہ نیک پارسا ہے۔"

ساس چیخنے چلانے لگی۔

یہ وہی تھی جو ہر بار اپنے بیٹے کے عشق کے قصوں پر کان بند کر لیتی تھی وہ بنا کسی وجہ کے ہی آسیہ سے نفرت کرتی تھی' وہ ان ساسوں میں سے تھی کہ جب بیٹا پٹائی کرتا ہے تو خوش ہوتی ہیں اور بعد میں رو رو کر سب کو بتاتی ہیں کہ ان کی بہو کے کچھن ہی ایسے ہیں۔۔۔ مار کھانے والے۔

☼ ☼ ☼

"بھائی جان یہاں روز کیوں آتے ہیں۔" دس پندرہ دن کے بعد ہی حامد کو بتایا جا سکا ورنہ وہ رات دو تین بجے سے پہلے نہیں آتا تھا۔

"ان ہی سے پوچھ لیں۔" وہ بدستور ٹی وی دیکھتی رہی۔

"بچی مت بنو' اماں نے مجھے سب بتا دیا ہے۔"

"پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں' جب اماں نے سب بتا دیا ہے۔"

"اتنی بے غیرتی پر اتر آئی ہو گھٹیا عورت! شرم نہیں آئی بہنوئی ہیں وہ میرے۔"

"بے غیرتی کیسی' وہ آتے ہیں' میرا حال چال پوچھتے ہیں' اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ گھر سے باہر نہیں جاتی' غیر مردوں کے ساتھ بات نہیں کرتی۔"

"اور مر گئے ہیں تمہارا حال پوچھنے کے لیے۔"

"تم نے تو کبھی پوچھا نہیں۔"

"انہیں منع کر دینا۔ دوبارہ یہاں نہ آئیں' خاص کر میری غیر موجودگی میں۔"

"تم خود منع کر دینا۔"

"اپنے آپے میں رہو' اتنا ذلیل کر کے نکالوں گا کہ منہ چھپاتی پھرو گی۔"

آسیہ کو جیسے کسی نے آگ میں جھونک دیا ہو۔

"میں کیوں منہ چھپاؤں گی۔ منہ تو تمہیں چھپانا چاہیے۔"

"دو بچوں کی ماں ہو اور اپنے کرتوت دیکھو۔"

"دو بچے تمہارے بھی ہیں' تم بھی شرم کرو' نہ میں نے کچھ برا کیا اور نہ میں بے شرم ہوں۔"

"کیوں ہر وقت کھی کھی کرتی ہو اس کے ساتھ؟"

حامد اپنی ماں کی زبان ہی بولنے لگا۔

"تو تم کر لیا کرو نا میرے ساتھ۔" وہ طنزیہ مسکرائی۔

"کسی گمان میں نہ رہنا' ایڑیاں رگڑو گی تو بھی طلاق نہیں دوں گا میرے گھر میں یہ بے غیرتی نہیں ہو گی۔"

"اگر تم دوسری شادی کر سکتے ہو تو میں بھی خلع لے سکتی ہوں۔ تم بھی کسی گمان میں نہ رہنا۔"

"آپا کا گھر برباد کرو گی؟" وہ اس کی طرف بڑھا۔

"دوسری شادی کرنا گھر برباد کرنا ہوتا ہے' تو تم کیوں کر رہے ہو؟"

"میری بہن کا گھر برباد کرو گی؟" وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"کیوں آپا اپنی سوکن کے ساتھ مل جل کر نہیں رہ سکتیں۔"

"سارا خاندان تھو تھو کرے گا۔ بے غیرت عورت۔"

"خاندان اب بھی تھو تھو ہی کر رہا ہے' میرے لیے تو پہلے بھی کرتا تھا جو قصے تم نے خاندان بھر میں میرے لیے پھیلا رکھے ہیں وہ کافی ہیں خاندان کا ہر شخص مجھے ہی نصیحتیں کرنے چلا آتا ہے۔ مرد کی خدمت کرو' بچے پالو' گھر سنبھالو پھر بھی نقص' سجے بنے رہو' گھومو پھرو وہ بھی نقص' چپ رہو نقص' زبان چلاؤ وہ بھی نقص' اس عورت میں تمہیں نقص نظر نہیں آتے جس کے ساتھ سارا سارا دن گھومتے ہو' جسے آدھا اسٹور کھلا چکے ہو' بیوی ایک ایک روپیہ بچا رہی ہے' اس کی قدر نہیں۔ ایسی عورتوں کے ساتھ خوش رہتے ہو جو تمہیں دن رات اپنے پیچھے لگائے رکھتی ہیں۔ بیوی میں ہزار نقص نظر آ رہے ہیں' کسی کی تھوڑی سی ہمدردی مل گئی تو بیوی بے غیرت ہو گئی اور تم کیا ہو۔"

"ایک بار گھر سے نکالا تو یاد رکھنا بچوں کی شکل نہیں دیکھنے دوں گا۔"

وہی صدیوں پرانی بات۔

"تین بچے آپا کے بھی ہیں۔"

اس کے گال پر اس زور کا اس کا ہاتھ پڑا کہ وہ دور جا گری' بہنوں کا لاڈلا بھائی تھا۔۔۔ اس تھپڑ نے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ اب یہاں رکنا بے معنی تھا۔ اس نے صرف بیمار قاسم کو اپنے ساتھ لیا اور چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

"اماں! آسیہ کو جا کر لے آئیں' حامد سے کہیں کہ جا کر لائے اسے' روز جاتے ہیں وہاں' وہاں تو کوئی روک ٹوک بھی نہیں ہو گی۔" مدیحہ آپا رو رہی تھیں۔

"تم نے ہی تو کہا تھا نکال باہر کرو' عقل ٹھکانے آجائے گی' لڑ مر کر گئی ہے' ایسے نہیں آئے گی۔"

"مجھے کیا پتا تھا' وہ وہاں جا۔۔۔ گھسیں گے' سنتے ہی نہیں میری۔ روز کی لڑائی ہے میرے گھر۔" ان کے رونے میں شدت آگئی۔

"چلیے میں اور آپ جا کر لے آتے ہیں۔ خدا کے لیے میرا گھر تو برباد نہیں کریں' آسیہ کے سر پر تو بھوت سوار ہے' میرا گھر برباد کر دے گی۔"

"اس کے گھر والوں نے صاف کہا ہے حامد نے شادی کی تو پہلے اسے طلاق دے۔"

"طلاق دلوا کر میری سوکن بنائیں گی۔ حامد سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں یہ' یہ میں ہی ہوں جو سنبھال رکھا ہے اب تک۔"

"کون ہے وہ حرافہ جس سے حامد نکاح پڑھوا رہا ہے' دو نمبر عورتیں دو دن ہی اچھی لگتی ہیں' نکال باہر کرے گی سب کو' سب کچھ ہتھیا کر۔"

خدیجہ آپا کو اب یاد آیا تھا یہ سب۔

"سمجھائیے حامد کو' اپنا گھر برباد نہ کرے' اپنے بچوں کا خیال کرے۔"

اماں سوچ میں پڑ گئیں۔

"تم نے ہی شہہ دی تھی حامد کو' تمہیں ہی زہر لگتی تھی وہ۔"

"ہاں لگتی تھی' اب بھی لگتی ہے' فقیرنی' چوڑی' مجھے کیا پتا کہ اس چڑیل کی اتنی ہمت ہو جائے گی۔ میں جاتی ہوں سلمٰی کو لے کر بازار۔ پتا کرتی ہوں اس چڑیل کا۔ کون ہے وہ حرافہ۔۔۔ پتا نہیں کس خاندان کی ہے۔ آپ جائیں ابا کو لے کر آسیہ کے گھر۔۔۔ لے کر آئیں اسے۔"

آپا ادھر گئیں' اماں' ابا' سب آسیہ کو لینے گئے باری باری' لیکن آسیہ نہیں آئی کیوں آتی وہ۔۔۔

یا حامد اس عورت کو چھوڑ تا یا اسے۔

☆ ☆ ☆

کئی ماہ ہو گئے تھے اسے گئے ہوئے' کبھی ادھر سے دو لوگ آتے۔ کبھی ادھر دو لوگ جاتے' آئے دن خاندان کے لوگ جمع کیے جاتے' بات کی جاتی۔۔۔ اور بنتے بنتے بگڑ جاتی۔

بڑی آپا ہر صورت اسے گھر لانا چاہتی تھیں۔ لیکن

اس کی ضد تھی کہ حامد آئے اور آ کر لے جائے۔۔۔ اور دوسری شادی کو بھول جائے اور حامد جا کر لے تو آئے۔ نکاح کو کیسے بھولے۔۔۔

اماں نے منت کی' آپا نے ہاتھ جوڑے' روئیں' سمجھایا۔۔۔ خاندان کو روز نت نئی خبریں ملتیں۔ گرما گرم۔ ان ہی دنوں دو خبریں ملیں۔ دو واقعات ہوئے آگے پیچھے۔

آپا نے ڈھونڈ ڈھانڈ بھرے بازار میں اس عورت کو جا لیا۔

اور پھر۔

" دکان داروں نے اپنی دکانوں سے نکل نکل کر اس لڑائی کو دیکھا۔۔۔ ماں کی' بہن کی' باپ کی ہر ذات کی گالی سنی گئی وہاں' ہاتھا پائی۔۔۔ لاتیں گھونسے۔۔۔ یہ سب ڈرامہ اسٹور کے اندر ہوتا رہا۔

اب عورت اپنا گھر بچائے یا دوسری کا بسائے۔

اور اسی کے پیچھے پیچھے دوسرا واقعہ ہوا۔ اسی عورت کے یار بیلیوں نے "حامد اسٹور" اور اس کے مالک کی اچھی طرح توڑ پھوڑ کی۔

بازار والے تو خیر ہفتوں سنتے رہے مگر خاندان والے سالوں ہنس سکتے تھے۔

☆ ☆ ☆

"بچی آسیہ!" وہ تیسرے گھر والی زینت تھی۔ وہ اس وقت بازار میں تھی بتا رہی تھی کہ تیری نند اور وہ عورت یوں گتھم گتھا ہوئیں جیسے تمباکو کو بل دیے ہوں۔" زینت اس کی ساس کے ڈر سے آہستہ آہستہ اسے بتا رہی تھی دور بیٹھی اس کی ساس خونخوار نظروں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی اسے لگتا تھا وہ اس بار بہو نہیں خونخوار شیرنی اٹھا لائی ہے۔

"حامد ٹھیک ہے اب؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا

"ٹھیک ہے' چلنے میں ہی تھوڑا مسئلہ ہے۔" آسیہ نے کریلے چھیل کر دھوپ میں رکھے۔

"سنا ہے' وہ عورت آپا کا گھر ڈھونڈتی پھر رہی ہے' اسے سکون نہیں ملا ابھی۔"

وہ ہنسی۔

"عورت ہو تو آپا جیسی' نہ بھرے بازار کا خیال کیا نہ عورت ذات کا۔۔۔ آپا کے تو کپڑوں کی وہ حالت ہوئی کہ پوچھو مت۔"

"کریلے چھیلو' پھر دھوپ میں رکھو' نمک لگاؤ" ان کی کڑواہٹ ختم۔۔۔۔۔ مگر انسان۔۔۔؟ اس کی کڑواہٹ کیسے ختم کی جاتی ہے۔۔۔ کون سی دھوپ انسان کو چندن بناتی ہے۔۔۔؟

کڑاہی گرم کر کے وہ کریلے فرائی کرنے لگی' حامد نے ہی فرمائش کر کے پکوائے تھے۔۔۔ کبھی کبھی اس کے کراہنے کی آواز کچن میں اسے سنائی دے جاتی تو وہ جا کر اسے دیکھ لیتی۔ اس کا رخ بدلتی اور پھر سے کچن میں آ کر کام کرنے لگتی۔

☆